بسم اللہ الرحمن الرحیم

# رکوع سے اٹھنے کے بعد حمد کے ساتھ مزید الفاظ بڑھانا کیسا؟

دارالافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ہر نماز میں چاہے اکیلے میں پڑھوں یا امام کے پیچھے، رکوع سے اٹھتے وقت یہ کلمات پڑھتا ہوں "اللّٰھم ربنا ولک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیه" تو کیا میرا ان کلمات کو پڑھنا درست ہے؟ اور اس کی وجہ سے مجھ پر سجدہ سہو تو لازم نہیں ہوگا؟

## جواب

احناف کے نزدیک فرض نمازوں کے قومہ (رکوع سے اٹھتے وقت) اور جلسہ (دونوں سجدوں کے درمیان) میں طویل اذکار پڑھنا سنت نہیں ہے، البتہ دونوں سجدوں کے درمیان اللھم اغفرلی کہنا مستحب ہے چاہے فرض نماز ہو یا نوافل ہوں کیونکہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک دو سجدوں کے درمیان اللّٰھم اغفرلی کہنا فرض ہے، اور قواعد مذہب کی رو سے جب اپنے مذہب میں کوئی چیز ممنوع نہ ہو، اور دوسرے مذہب میں وہ چیز فرض یا واجب ہو، تو اختلاف سے بچنے کے لئے اس پر عمل کرنا مستحب ہے، نیز احادیث میں مذکور قومہ اور جلسہ کے اذکار طویلہ نوافل پر محمول ہیں اس طرح کہ منفرد کو نوافل میں طویل اذکار پڑھنے میں شرعا کوئی حرج نہیں، یونہی ایسے نوافل کی جماعت کہ جن میں امام و مقتدی دونوں طویل اذکار پڑھتے ہوں جیسے صلاۃ التسبیح، تو اس میں بھی حرج نہیں، البتہ فرض نمازوں میں طویل اذکار پڑھنا امام، مقتدی اور منفرد سب کے لئے خلاف سنت ہے، اور اگر مقتدی بوجھ محسوس کرتے ہوں تو امام کے لئے وہ طویل اذکار پڑھنا قطعا ممنوع ہیں، ہاں! اگر منفرد نے چند کلمات ماثورہ پڑھے تو کوئی حرج نہیں اور اگر مقتدی بوجھ محسوس نہ کرتے ہوں تو امام کے پڑھنے میں بھی حرج نہیں، مقتدی امام کے تابع ہے اگر امام پڑھے تو یہ بھی پڑھے ورنہ نہ پڑھے۔

اس تفصیل کے بعد صورتِ مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ آپ کا اکیلے نماز پڑھتے وقت مذکورہ چند کلمات پڑھنے میں شرعا کوئی حرج نہیں، البتہ فرض کی جماعت کے دوران جب امام اس طرح کے کلمات نہ پڑھ رہا ہو تو آپ کو بھی یہ کلمات نہیں پڑھنے چاہیئے، پھر بھی اگر پڑھ لیئے تو اس کی وجہ سے سجدہ سہو لازم نہیں ہوگا۔

فرض نمازوں میں قومہ و جلسہ کے درمیان کوئی ذکر مسنون نہیں، اس حوالے سے علامہ علاؤالدین حصکفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"(ولیس بینھما ذکر مسنون، وکذا) لیس (بعد رفعه من الرکوع) دعاء، وکذا لا یأتي في رکوعه وسجوده بغیر التسبیح (علی المذھب)، وما ورد محمول علی النفل" اور مذہب کی روایت کے مطابق ان دونوں (قومہ و جلسہ) کے درمیان کوئی ذکر

مسنون نہیں، اسی طرح رکوع سے اٹھنے کے بعد کوئی دعا پڑھنا بھی مسنون نہیں اور نہ ہی رکوع و سجود میں تسبیح کے علاوہ کوئی ذکر مسنون ہے، اور جو (احادیث میں اذکار) بیان ہوئے ہیں وہ نوافل پر محمول ہیں۔ (درمختار ج 2، ص 261، مطبوعہ: کوئٹہ)

خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ درمختار کی عبارت "ولیس بینھما ذکر مسنون" کے تحت فرماتے ہیں: "قال أبو یوسف: سألت الإمام أیقول الرجل إذا رفع رأسه من الرکوع والسجود اللّٰھم اغفرلي؟ قال: یقول ربنا لك الحمد وسکت، و لقد احسن فی الجواب اذ لم ینه عن الاستغفار، نھر وغیرہ، أقول: بل فیه إشارة إلی أنه غیر مکروہ إذ لو کان مکروھا لنھی عنه کما ینھی عن القراءة في الرکوع والسجود وعدم کونه مسنونا لا ینافي الجواز کالتسمیة بین الفاتحة والسورة، بل ینبغي أن یندب الدعاء بالمغفرة بین السجدتین خروجا من خلاف الإمام أحمد لإبطاله الصلاة بترکه عامدا، ولم أر من صرح بذلك عندنا، لکن صرحوا باستحباب مراعاة الخلاف، واللہ أعلم" امام ابو یوسف رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کوئی شخص رکوع یا سجدے سے سر اُٹھانے کے بعد یہ "اللّٰھم اغفرلی" کہہ سکتا ہے؟ تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ ربنالک الحمد (اے ہمارے رب! تیرے لئے حمد ہے) کہے، اور (اتنا جواب دینے کے بعد) آپ خاموش ہو گئے، اور یہ بہت اچھا جواب ہے، کیونکہ آپ نے استغفار سے منع نہیں فرمایا، نہر وغیرہ۔ میں کہتا ہوں: اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں کیونکہ اگر یہ مکروہ ہوتا تو آپ اس سے ضرور منع فرماتے جیسا کہ آپ رحمہ اللہ نے رکوع و سجدے میں قراءت کرنے سے منع فرمایا اور (قومہ و جلسہ میں) ذکر مسنون نہ ہونا اس کے جواز کے منافی نہیں جیسا کہ فاتحہ و سورت کے درمیان تسمیہ پڑھنا، بلکہ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کے اختلاف سے بچنے کے لئے دونوں سجدوں کے درمیان دعائے مغفرت مستحب ہونی چاہیے کہ ان کے نزدیک اس کو جان بوجھ کر چھوڑنے والے کی نماز باطل ہو جائے گی، اور میں نے اپنے آئمہ میں سے کسی سے اس بات کی صراحت نہیں دیکھی لیکن انہوں نے اختلاف کی رعایت کرنے کو مستحب قرار دینے کی صراحت کی ہے، اور اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے۔ (ردالمحتار، ج 2، ص 261، مطبوعہ: کوئٹہ)

حلبۃ المحلی میں قومہ کے متعلق متن کے اس قول "ولا یزید علی ھذا" کے تحت لکھا ہے: "إن أراد الزیادة ما ورد في السنة------ ------فینبغي أن یکون ھذا في حق الإمامة إذا خاف التثقیل علی القوم وفي حق المقتدي إذا لم یفعل الإمام ذلك، أما المنفرد أو الإمام إذا کان لا یثقل علی القوم إتیانه بذلك أو المقتدي إذا کان إمامه قد أتی به فلیسوا بممنوعین من زیادتھم به علی ذلك ولا سیما المنفرد في النوافل، ملتقطا" اگر زیادتی سے مراد وہ اذکار ہیں جو سنت میں وارد ہیں تو یہ امام کے متعلق ہوگا جبکہ مقتدیوں پر بوجھ کا خوف ہو، اور مقتدی کے حق میں اس وقت ہے جب امام یہ نہ پڑھ رہا ہو، بہر حال منفرد یا وہ امام جس کے مقتدی اس کے پڑھنے کو بوجھ محسوس نہ کریں یا وہ مقتدی جس کا امام پڑھ رہا ہو تو ایسی صورت میں ان کے لیے ان اذکار کا اضافہ ممنوع نہیں، خصوصاً منفرد کو نوافل میں۔ (حلبۃ المحلی ج 2، ص 161، مطبوعہ: بیروت)

اسی کتاب میں کچھ صفحات کے بعد جلسہ یعنی دو سجدوں کے درمیان اذکار پڑھنے کے متعلق لکھتے ہیں: "فی الفتاوی الظھیریة: ولیس بین السجدتین ذکر مسنون---قال العبد الضعیف غفر اللہ تعالی له: ویشکل بما عن ابن عباس، قال: کان النبی صلی اللہ

عليه وسلم يقول بين السجدتين: "اللّٰھم اغفرالی وارحمنی وعافنی واھدنی وارزقنی "۔۔۔ویمکن ان یجاب عنه بان ھذا کان فی النوافل، ویشھدله لفظ ابن ماجة: کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول بین السجدتین فی صلاة الیل "رب اغفر لی وارحمنی وعافنی واجبرنی وارزقنی وارفعنی، ولا باس علینا بان نقول باستحبابه فی التطوع کما صرح مشائخنا بحمل ما في حديث علي رضی اللہ تعالی عنه۔۔۔۔۔۔علی النوافل، على أنه ثبت في المكتوبة فليكن في حالة الانفراد وفي حالة كونه إماما والمأموموں محصورون لا يثقلون بذلك، ملتقطا" **فتاویٰ ظہیریہ میں ہے : دو سجدوں کے درمیان کوئی ذکر مسنون نہیں ہے، بندہ ضعیف اللہ اس کی بخشش فرمائے، کہتا ہے کہ اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس روایت سے اشکال کیا جاسکتا ہے جس میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں : نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم دو سجدوں کے درمیان یہ پڑھا کرتے تھے "اللّٰھم اغفرلی۔۔۔الخ، اس کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ یہ نوافل کے متعلق ہے اور اس کی شاہد ابن ماجہ کی روایت کے الفاظ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز میں دو سجدوں کے درمیان پڑھا کرتے تھے : رب اغفرلی۔۔۔الخ، اور ہمیں اس کو نوافل میں مستحب کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ ہمارے مشائخ نے حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث کو نوافل پر محمول کرنے کی تصریح کی ہے، اس طرح کہ اگر یہ فرائض میں ثابت ہوں تو پھر اس سے منفرد مراد ہوگا اور امامت کی حالت میں اس وقت کہ جب مقتدی محصور ہوں اور اس کی وجہ سے بوجھ محسوس نہ کریں۔ (حلبۃ المجلی ج 2، ص 167، 166، مطبوعہ : بیروت)**

**یونہی امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن لکھتے ہیں : "**اللّٰھم اغفرلی **"کہنا امام ومقتدی ومنفرد سب کو مستحب ہے اور زیادہ طویل دعا سب کو مکروہ ہاں منفرد کو نوافل میں مضائقہ نہیں"۔ (فتاوی رضویہ ج 6، ص 182، مطبوعہ : رضا فاؤنڈیشن، لاہور)**

**ایک اور مقام پر ہے : قومہ وجلسہ کے اذکارِ طویلہ نوافل پر محمول ہیں ولہذا ہمارے ائمہ فرائض میں انھیں مسنون نہیں جانتے اور شک نہیں کہ فرائض میں تطویل فاحش خلاف سنّت ہے اور امام کے لئے تو قطعاً ممنوع جبکہ مقتدیوں میں کسی پر بھی گراں ہو، ہاں منفرد بعض کلماتِ ماثورہ بڑھائے تو حرج بھی نہیں، یونہی امام بھی جبکہ مقتدی محصور اور سب راضی ہوں، رہا مقتدی وہ آپ ہی اتباعِ امام کرے گا، اگر امام کہے، کہے ورنہ نہیں۔ (فتاوی رضویہ، باب صفۃ الصلاۃ، ج 6، ص 170، مطبوعہ : رضا فاؤنڈیشن، لاہور)**

**صدرالشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ سے جلسہ یعنی دو سجدوں کے درمیان ایک دعا "**اللّٰھم اغفرلی وارحمنی واھدنی وارزقنی **" پڑھنے کے متعلق سوال ہوا کہ کیا اس کو پڑھنے کی وجہ سے سجدہ لازم ہوگا؟ تو آپ علیہ الرحمہ نے جواباً ارشاد فرمایا : قومہ اور جلسہ میں بقدر ایک تسبیح کے وقفہ سنت ہے اور امام ابن الہمام علیہ الرحمہ کے نزدیک واجب اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک فرض ہے۔۔۔ اور امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کے نزدیک "**اللّٰھم اغفرلی **" کہنا فرض ہے اور ہمارے مذہب میں فرائض نماز کے قومہ، جلسہ میں کوئی ذکر مسنون نہیں اگر "**اللّٰھم اغفرلی **" کہہ لیا جائے تو کراہت بھی نہیں بلکہ نظر بقواعد مذہب مستحب ہونا چاہیے تو جب اپنے مذہب میں کوئی چیز ممنوع نہ ہو اور دوسرے مذہب میں فرض یا واجب ہو تو ایسی چیز پر عمل کرنا اختلاف سے بچنے کی وجہ سے اولی ہے۔۔۔ جو دعا سوال میں مذکور ہے یہ حدیث ابوداؤد میں بین السجدتین وارد ہے، اور اس میں وارحمنی کے بعد عافنی بھی ہے، بالجملہ صورتِ مذکور میں سجدہ سہو واجب نہیں کہ مکروہ ہونا ثابت نہیں، ملتقطا۔ (فتاوی امجدیہ، ج 1، ص 278 تا 279، مکتبہ رضویہ، کراچی)**

**تنبیہ:** فتوے کے شروع میں نوافل کی جماعت کا ایک مسئلہ ضمنا بیان ہوا تو اس کے متعلق مزید تفصیل بھی ذہن نشین کرلیں کہ جماعت کے ساتھ نوافل ادا کرنے کی دو صورتیں ہیں: (۱) بغیر تداعی کے نوافل کی جماعت کروانا (۲) تداعی کے ساتھ جماعت کروانا۔ پہلی صورت یعنی بغیر تداعی کے نوافل کی جماعت کروانا بالاجماع جائز ہے، تداعی کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو جماعت کے لیے بلانا اور انہیں جمع کرنا، اصح قول کے مطابق اگر امام کے علاوہ چار یا اس سے زائد مقتدی ہوں، تو یہ تداعی ہے اور اگر اس سے کم ہوں، تو تداعی نہیں۔ دوسری صورت یعنی نوافل کی جماعت تداعی کے ساتھ کروانا، تو اس صورت میں نماز تراویح اور کسوف واستسقاء یعنی سورج گہن اور طلب بارش کے لیے پڑھے جانے والے نوافل بھی بلا کراہت جائز ہیں، جبکہ ان کے علاوہ دیگر نوافل تداعی کے ساتھ ادا کرنا مکروہ تنزیہی و خلاف اولی ہے، البتہ اگر لوگ صلوۃ التسبیح، صلوۃ التوبہ، تہجد یا دیگر نوافل جماعت کے ساتھ ادا کریں، تو انہیں منع نہ کیا جائے کہ عوام الناس کی پہلے ہی نیکیوں میں رغبت کم ہے اور جو لوگ جماعت کی وجہ سے نوافل ادا کرلیتے ہیں، اگر انہیں بھی منع کر دیا جائے، تو ان کے بالکل ہی نوافل چھوڑ دینے کے امکان زیادہ ہیں، اسی وجہ سے فقہاء کرام رحمھم اللہ السلام نے ایسی ممانعت سے منع فرمایا ہے۔

تداعی اور بغیر تداعی کے نوافل کی جماعت کے متعلق تفصیل بیان کرتے ہوئے امام اہلسنت سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں: تراویح وکسوف واستسقاء کے سوا جماعت نوافل میں ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالی عنہم کا مذہب معلوم و مشہور اور عامہ کتب مذہب میں مذکور و مسطور ہے کہ بلا تداعی مضائقہ نہیں اور تداعی کے ساتھ مکروہ۔ تداعی ایک دوسرے کو بلانا جمع کرنا اور اسے کثرت جماعت لازم عادی ہے۔۔۔۔ بالجملہ دو مقتدیوں میں بالاجماع جائز اور پانچ میں بالاتفاق مکروہ اور تین اور چار میں اختلاف نقل و مشائخ، اور اصح یہ کہ تین میں کراہت نہیں، چار میں ہے، تو مذہب مختار یہ نکلا کہ امام کے سوا چار یا زائد ہوں تو کراہت ہے ورنہ نہیں۔۔۔ پھر اظہر یہ ہے کہ یہ کراہت صرف تنزیہی ہے یعنی خلاف اولیٰ لمخالف التوارث، نہ تحریمی کہ گناہ و ممنوع ہو، ملتقطا۔
(فتاوی رضویہ، ج 7، ص 430 تا 431، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن لاھور)

عوام کو تداعی کے ساتھ نوافل ادا کرنے سے منع نہیں کیا جائے گا کہ اس سے لوگ کار خیر بالخصوص نوافل کی ادائیگی سے محروم ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ ایک مقام پر امام اہلسنت رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نفل غیر تراویح میں امام کے سوا تین آدمیوں تک تو اجازت ہے ہی، چار کی نسبت کتب فقہیہ میں کراہت لکھتے ہیں یعنی کراہت تنزیہہ جس کا حاصل خلاف اولیٰ ہے نہ کہ گناہ و حرام۔ کما بیناہ فی فتاونا (جیسا کہ ہم نے اس کی تفصیل اپنے فتاویٰ میں ذکر کردی ہے) مگر مسئلہ مختلف فیہ ہے **اور بہت اکابر دین سے جماعت نوافل بالتداعی ثابت ہے اور عوام فعل خیر سے منع نہ کیے جائیں گے۔ علمائے امت و حکمائے ملت نے ایسی ممانعت سے منع فرمایا ہے۔** (فتاوی رضویہ، ج 7، ص 465، مطبوعہ، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مجیب: مفتی محمد نوید رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Har-7210

تاریخ اجراء: 10رجب المرجب1447ھ/31دسمبر2025ء

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.fatwaqa.com
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net